دہشت گردی۔اسلامی نقطۂ نظر

علامہ پیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی
سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اسلام مذہب امن ہے، اس کے نزدیک کسی کی جان لینا بہت بڑا ظلم ہے اور سب سے بڑا جرم ہے۔اسلام انسانوں کی زندگی کو بے حد اہم سمجھتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

''انه من قتل نفساً بغير نفس او فساد فی الارض فكانما قتل الناس جميعا ومن احياها فكانما احيا الناس جميعا'' (سورۂ مائدہ:۳۲)

(بات یہ ہے، جس نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے یا بغیر زمین میں فساد مچانے کے قتل کر دیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی جان کو زندگی دلائی تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندگی دلائی)۔

اس سے پتہ چلا کہ کسی بے گناہ کو مار دینا ساری انسانیت کا قتل ہے، اور کسی کو مارنے کی دو صورتیں یہاں آیت میں بیان ہوئیں۔

۱۔ اگر کوئی انسان کسی انسان کو مار دیتا ہے، تو اسے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔

۲۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد پھیلاتا ہے، ڈاکے ڈالتا ہے، سڑکوں، راستوں، جنگلوں، پہاڑوں یا کسی مقام پر بھی انسانوں کو قتل کرتا ہے، مال لوٹتا ہے، عزت لوٹتا ہے، تو اسے جوابی طور پر سزائے موت ہوگی، قرآن پاک نے **''فساد فی الارض''** (خدا کی زمین میں فساد پھیلانا) کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے۔

''لا تفسدوا فی الارض'' (بقرہ:۱۱) (تم زمین میں فساد نہ مچاؤ) کا واضح ارشاد دوسرے مقام پر ہے: **''لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها''** (الاعراف:۵۶) (جب اصلاح ہو چکی تو پھر زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ (مزید ارشاد ربانی ہے: **''ويسعون فی الارض فسادا''** (مائدہ:۳۳) (اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں)۔

اس سے واضح ہوا کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی زمین کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے، وہ کسی قسم کے فساد کا قائل نہیں، فساد اور خرابی عدل وانصاف سے روکتی ہے۔

عاشقاں راشد مدرس حسن دوست	دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست

اسلام اور عدل:

ظلم اور فساد سے روکنے کیلئے قرآن پاک نے عدل کو ضروری قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

''اعدلوا ھو اقرب للتقوی'' (مائدہ:۸)

(انصاف کرو یہ تقوی کے بہت قریب ہے۔)

اس آیت نے بتایا کہ عدل وانصاف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے، مزید ملاحظہ ہو:

''اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل''(نساء:۹۸)

(اور جب تم لوگوں میں فیصلے کرو تو عدل سے فیصلے کرو)۔

یہ لازمی امر ہے کہ مسلمانوں کو عدل سے فیصلے کرنے ہیں، عدل سے فیصلے تبھی ہو سکتے ہیں کہ شہادت صحیح صحیح دی جائے، گواہی کے سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:

''واقیموا الشھادۃ للّٰہ'' (طلاق:۲)

(اللہ تعالی کے لئے سچی شہادت قائم کرو)۔

مزید ارشاد ربانی ہے:

''ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ'' (بقرہ:۲۸۳)

(اور تم گواہی نہ چھپاؤ، جو گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے۔)

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقائق کھل کر سامنے آگئے کہ مسلمان کسی کو قتل نہیں کر سکتا، کیونکہ بے گناہ کا قتل انسانیت کا قتل ہے، وہ کسی کی عزت تباہ نہیں کر سکتا، وہ کسی کا مال نہیں لوٹ سکتا، وہ کسی کو زخمی نہیں کر سکتا، وہ کسی کو ڈرا نہیں سکتا، وہ کسی کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔

اگر وہ اقتدار میں آتا ہے تو انصاف کرتا ہے، اقتدار سے باہر ہوتا ہے تو انصاف کے لئے تگ ودو کرتا ہے، وہ ہر اس بات کی شہادت اپنے اوپر فرض سمجھتا ہے، جس کا اسے علم ہے، غور فرمائیں، جس فرد، جس معاشرے اور جس حکومت میں یہ صفات ہوں کیا وہ دہشت گرد ہے؟ یہ تو ایک مہذب معاشرے کے لئے بنیادی شرطیں ہیں، اسلام تو جبر واکراہ کا بھی دشمن ہے۔

جبر واکراہ اور اسلام:

اسلام جبراً کسی کا مذہب تبدیل کرنے کا شدید مخالف ہے، ارشاد ربانی ہے:

مالک الملک ست ہر کش سر نہد	بے جہان خاک صد مللش دہد

"لا اکراہ فی الدین" (بقرہ:۲۵۶) (دین میں کوئی جبر نہیں ہے)۔

آپ اپنی خواہش کے تحت کسی کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتے، مزید ارشاد ربانی ہے:

"افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین" (سورہ یونس:۹۹)

(کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں)۔

جس مذہب میں جبر جرم ہو، انصاف کا بول بالا ہو، فساد کی بیخ کنی ہو، قتل سب سے بڑا جرم ہو، وہ دہشت گرد ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں، تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ **دور حاضر میں غیر مسلم اقوام مسلمانوں پر اپنے مکروہ مقاصد کی تکمیل کیلئے دہشت گردی کا الزام لگاتی ہیں، یعنی چور ہمیں چور کہہ رہا ہے، صدیوں سے وہ خود دہشت گردی میں مبتلا ہیں اور ٹیرارسٹ ہیں، اور بے گناہوں پر الزام لگاتے ہیں۔**

اسلام نے تو دہشت گردوں اور باغیوں کے لئے شدید سزائیں رکھی ہیں، ملاحظہ ہو:

"لامحالہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ و رسول کے مقابل جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لئے تگ و دو کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں اچھی طرح قتل کر دیا جائے، یا صلیب پر چڑھا دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے خلاف (دایاں ہاتھ بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ دنیا میں ان کے لئے رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (المائدہ:۳۳)۔

رہی بات مسلمان ریاست میں غیر مسلموں سے سلوک کی تو اس سلسلہ میں مختصراً گزارشات حسب ذیل ہیں۔

غیر مسلموں سے سلوک:

اسلام غیر مسلموں سے حسن سلوک کا قائل ہے، وہ انہیں اپنی حکومت میں مذہبی آزادی دیتا ہے، کمانے کی آزادی دیتا ہے، تعلیمی آزادی دیتا ہے، حتیٰ کہ ایسے کلمات کہنے پر بھی گرفت نہیں کرتا جن پر مسلمان کی گرفت ہوتی ہے۔

ہم پیچھے تفصیلاً عرض کر چکے ہیں کہ غیر مسلموں کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے، انہیں صدقات دیئے جا سکتے ہیں، خواہ وہ نقدی کی صورت میں ہوں، جنس کی صورت میں ہوں، یا غذائی اجناس ہوں، جو غیر مسلم اسلامی ریاست میں رہتے ہیں وہ ذمی ہیں، ذمی نہ گالی ہے اور نہ ہی کوئی خراب لفظ، یہ

ذمہ(ذامہ داری) سے بنا ہے، اس کا مطلب ہے ان کے مذہب، جان، مال اور املاک کی ذمہ دار مسلمان حکومت ہے، سیدنا فاروق اعظمؓ نے ایسے ذمی کی ذمہ داری اٹھانے کا حکم دیا جو بڑھاپے کی وجہ سے قانونی ٹیکس نہیں دے سکتا تھا، اس کی ذمہ داری کا مطلب اسے روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرنا تھا۔

''اسلام نے تو یہاں تک رعایت دی کہ اگر غیر مسلم آپ سے جنگ لڑتے قتل ہوگیا ہے تو اس کا مثلہ (شکل بگاڑنا) نہیں کریں گے، انہیں دھوکہ نہیں دیں گے۔'' (ہدایہ:۲/۵۳۳)۔

''اگروہ مسلمانوں کا مال اپنے ملک میں لے جائیں تقسیم کرلیں اور مسلمان وہاں غلبہ پالیں تو یہ مال مسلمان قیمت دے کر واپس لیں گے۔'' (ایضا:۲/۵۴۹)

اگر ذمی ہے، جزیہ (تحفظ کا ٹیکس) نہیں دیتا یا کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے، یا نبی مکرم علیہ السلام کی گستاخی کرتا ہے، یا کسی مسلمان عورت سے بدکاری کرتا ہے تو پھر بھی وہ ذمی رہے گا۔(ہدایہ:۲/۵۶۴)

ان سب کے باوجود ابھی بھی ہم ہی مستوجب عذاب وعقاب ہیں، ابھی بھی ہم سے شکایت ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس مختصر تمہید اور سابقہ تحریر نے بہت سے مسائل واضح کردیئے ہیں۔

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی یہ ہے کہ بلا وجہ کوئی فرد یا کچھ افراد مل کر بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا شروع دیں، مال لوٹنے لگ جائیں، جائیدادیں تباہ کرنے لگ جائیں، عصمت دری کرنے لگیں، یہ سب شہروں میں کریں، مجمعوں میں کریں، گھروں میں کریں، شاہراہوں پر کریں، جنگلوں میں کریں، ہوائی جہازوں، بحری جہازوں، گاڑیوں یا کسی بھی اور مقام پر کریں، طریقہ واردات یہ ہو کہ ڈر اور خوف پھیلا دیں، اچانک فائرنگ کرکے، بم بلاسٹ کرکے یا کسی بھی اور قسم کے جبر و تشدد سے کریں، تو یہ دہشت گردی ہوگی۔

دہشت پھیلا کر کوئی مقصد حاصل کرنا دہشت گردی ہے، اور اس کی حقیقت یہی ہے جو ابھی ہم اوپر عرض کرچکے ہیں۔

اب بات بالکل واضح ہے کہ اسلام تو اسے محاربہ کہہ کر ایسے ظالم لوگوں کو شدید سزا دیتا ہے،

جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، مزید برآں ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ اسلام امن، آشتی اور محبت کا مذہب ہے، وہ دہشت گردی کو گھناؤنا جرم متعین کرتا ہے، البتہ اب دنیا میں اپنے مکروہ انداز کے پیش نظر مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے، یہ الزام سراسر ظلم وزیادتی ہے، یہ جلد یا بدیر غیروں کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ان کا الزام بڑا جرم تھا۔

۲۔ حکومتوں کے قیام کا مقصد انصاف قائم کرنا، عوام کے مسائل کا خیال رکھنا، ان کے مصائب کو دور کرنا، ظلم سے لوگوں کو بچانا اور خود ظلم نہ کرنا ہوتا ہے، اگر حکومت خود ظلم شروع کر دے اور تمام طبقات کے ساتھ عدل ومساوات کا سلوک نہ کرے اور ان کے ساتھ سیاسی ومعاشی ناانصافی کرے اور ان کے مال وجان کے تحفظ سے بھی پہلوتہی کرے اور کسی طبقے کا مالی وجانی نقصان بھی کرے یا کرائے، تو یہ سب افعال ظلم وتعدی ہیں، اور ظلم کا دوسرا نام دہشت گردی ہے، ایسی حکومتیں اسلامی نقطۂ نگاہ سے دہشت گرد ہیں، خواہ وہ مسلم حکومتیں ہوں یا غیر مسلم حکومتیں ہوں۔ ایسی حکومتیں اپنے فرض سے بھی غفلت کے جرم کی مرتکب ہیں۔ اسلام نے ایسی حکومت کے احکام ماننے سے بھی روک دیا ہے اگر اس بات کی ہمت وطاقت ہو، ارشاد نبوی ہے:

''مالم یؤمر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة''۔

(بخاری: ۲/ ۱۰۵۷)۔

(جب تک اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے، جب حکومت گناہ کا حکم دے تو پھر اس کی بات نہ سنی جائے گی اور نہ ہی اس کی اطاعت کی جائے گی)۔

اب جو حکومت خود مجرم ہے ظالم ہے، طبقاتی کشمکش کی علمبردار ہے، اس کی اطاعت لازم نہیں رہتی۔

۳۔ اگر حکومت کسی گروہ کے ساتھ ظلم وتعدی اور ناانصافی کو روا رکھتی ہے تو اس کے خلاف احتجاج ہوگا، اللہ کے رسول ﷺ نے اسے افضل الجہاد قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ کا ترجمہ ہے: ''سب سے بہتر جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔''

یہ حدیث تقریباً سب معتبر کتابوں میں موجود ہے، دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے: ''منکر کو ہاتھ سے روکو، ایسا نہ کر سکو تو زبان سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا سمجھو، مگر یہ سب سے ضعیف ایمان ہے۔''

اگر آپ اس سلسلہ میں مار دیئے جائیں تو یہ شہادت ہے، اپنی جان، اپنے مال اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت میں موت اسلام کے نزدیک شہادت ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے اس ارشاد کو سب

محبوب کا حسن ہی عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے۔ ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہوتا ہے

مشہور کتب حدیث میں محدثین نے نقل کیا ہے۔

رہی بات یہ کہ ایسا عمل دہشت گردی تو نہیں؟ تو عرض ہے کہ دہشت گردی بے گناہوں کے قتل وغارت کا و نام ہے، تفصیل اوپر گزر چکی ہے، یہ عمل تو دہشت گردی کا ردعمل ہے، اور حق طلبی ہے، حق طلبی اسلام، دیگر سب مذاہب اور انسانیت دوست عادل حکومتوں کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے، اسلامی تاریخ میں سیدنا امام حسین علیہ السلام اور سیدنا امام احمد بن حنبلؒ اور برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے طلب حقوق کیلئے جابر حکمرانوں سے ٹکر لی، حکمرانوں نے دہشت گردی کا راستہ اپنایا اور ان حضرات نے جرئیات وشہادت کی نئی تاریخ لکھی، ایسی دہشت گردی کے خلاف اگر کلمہ حق کہا نہ گیا تو پھر ریاستی دہشت گردی کبھی ختم ہونے میں نہیں آئے گی، لہٰذا تا حد مقدرت اسے ختم کرانے کیلئے جدوجہد لازم ہے۔

۴۔ اسلام بدلہ لینے کی اجازت صرف مجرم سے دیتا ہے، اور اس سلسلہ میں یہ بھی حکم ہے کہ اس کے ظلم سے زائد بدلہ نہ لیا جائے، مثلاً کسی نے اگر کسی فرد کی ٹانگ توڑی ہے تو اسلام اس کی دونوں ٹانگیں توڑنے کی اجازت نہیں دیتا، اور ٹانگ کو دو جگہ سے توڑنے کی اجازت بھی نہیں دیتا، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے اس زیادتی کا بدلہ دینا ہوگا۔

اسلام تو عفو ودرگزر کا مذہب ہے، اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اسے معاف کر دینا بہتر ہے، اللہ کریم کے ہاں اس کا بہت اجر ہے، اگر بدلہ ہی لینا ہے تو وہ اس کی زیادتی کے مطابق ہوگا اس سے زائد نہیں۔

اب اگر کسی گروہ نے بدلہ لیتے ہوئے اس گروہ سے ہٹ کر ان کے ہم مذہبوں یا ہم وطنوں یا ہم جنسوں یا ہم زبانوں کو مارنے کی زیادتی کی تو اسلام قطعاً اس کی اجازت نہیں دیتا، اور بے گناہ کسی فرد کو مارنا اسلام کے نزدیک پوری انسانیت کو قتل کرنا ہے، اوپر قرآن پاک کے حوالے سے ہم ذکر کر آئے ہیں۔

قصاص لینے کا فائدہ یہ ہے کہ آئندہ ایسی احمقانہ کوششیں رک جاتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون" (البقرہ:۱۷۹)

(اور تمہارے لئے قصاص (بدلے) میں اے عقل والو! زندگی ہے تاکہ تم بچ جاؤ)۔

لیکن اس بدلے میں زیادتی وتعدی کی اجازت نہیں، ارشاد باری ہے:

"یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عُفی لہ من اخیہ شئی فاتباع بالمعروف و اداء الیہ باِحسان" (سورہ بقرۃ:۱۷۸)

(ایماندارو! مقتولوں میں بدلہ تم پر لازم قرار دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے وہی آزاد، غلام کے بدلے وہی غلام، اور عورت کے بدلے وہی عورت، جسے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے تو معروف طریقے سے پیروی اور حسن سلوک سے ادائیگی ہے)۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ زیادتی کی اجازت نہیں اور معافی کی تحسین کی گئی، مزید ملاحظہ ہو:

”وان عاقبتم فعاقبوا مثل ما عُوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين“ (النحل:۱۲۶)

(اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہے، اور اگر تم صبر کرو (بدلہ نہ لو) تو یہ بات صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے)۔

حاصل کلام یہ کہ بے گناہوں کو گنہگاروں اور مجرموں کے بدلے میں قتل کرنا جرم ہے جس کی سزا بھگتنا ہوگی، اسلام ایسے فعل کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

۵۔ ہم اوپر عرض کر آئے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کے سخت خلاف ہے، اور وہ دہشت گردوں کو سخت سزائیں بھی دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ منفی حرکات از قسم دہشت گردی وغیرہ کا قانونی گرفت سے اسلام جواب دیتا ہے۔

مگر اسلام مزاجاً ہر مسئلے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے اس کے اسباب وعلل کی تلاش کرتا ہے، اور پھر وہ ان اسباب کو ختم کرنے پر توجہ دیتا ہے، مثلاً دہشت گرد غربت کے ہاتھ سے تنگ آکر یہ حرکات کرتے ہیں، تو اسلام ان کی ملازمتوں کا بندوبست کرتا ہے، بیت المال سے ان کی مدد کرتا ہے، اگر دہشت گردی کا کوئی اور سبب ہے تو اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ ہمیشہ کے لئے دہشت گردی کا سدباب ہو سکے، مختصر لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام بدکار سے بڑھ کر بدی کا دشمن ہے، جب بدی ہی نہیں ہوگی تو بدکار کیسے وجود پذیر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دہشت گردوں کے مددگاروں کا نیٹ ورک توڑنے کا حکم دیا ہے، حنفی، مالکی اور حنبلی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ:

”لو اجتمع المحاربون فباشر بعضهم القتل والاخذ، وكان بعضهم دراء كان للردء حكم المحاربين في جميع الاحوال

وذلک للاکتفاء بوجود المحاربة سواء باشر بعضهم القتل اولم يباشره فيقام الحد عليهم جميعا"۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵/۴۱۲ طبع بیروت)

(اگر جنگجو (دہشت گرد) اکٹھے ہو جائیں، کچھ قتل وگرفت کرنے لگ جائیں اور کچھ ان کے پشتیبان اور محافظ بن جائیں تو سب حالات میں ان محافظوں کے لئے بھی حکم دہشت گردوں جیسا ہوگا، کیونکہ اصل مطلب تو سب کا محاربہ (دہشت گردی) ہی ہے، خواہ ان میں سے کچھ قتل کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں، لہٰذا ان سب پر حد (سزا) لاگو ہوگی)۔

یہ بات آچکی ہے کہ دہشت گردی شروع ہے تو اسے سارے حکومتی ذرائع سے کچل دینا ضروری ہے، اور پھر ان اسباب کا دور کرنا لازم ہے جن کی وجہ سے دہشت گردی شروع ہوئی تھی تاکہ دہشت گرد پھر وجود میں نہ آسکیں۔

۶۔ اسلام اپنے عادلانہ معاشرہ میں کسی کو کسی پر حملہ کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، اور ایسے مفسد کو پوری قوت سے گرفت میں لیتا ہے، کسی پر حملہ خواہ وہ جان لینے کے لئے ہو یا مال وعزت کی بربادی کے لئے ہو "فساد فی الارض" (زمین میں فساد برپا کرنے) کے ضمن میں آتا ہے، ہم پیچھے قرآنی حوالوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد برپا کرنا بہت بڑا گناہ اور قابل مواخذہ جرم ہے۔

اگر حملہ ہو جائے تو اسلام نے دفاع کا حق دیا ہے، نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

روى الترمذى وغيره عن سعيد بن زيد رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد، قال: وهو حديث حسن" (کتاب الفقہ: ۵/۸)۔

(ترمذی وغیرہ نے سعید بن زیدؓ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنی جان بچاتے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے دین کے تحفظ میں مارا گیا وہ شہید ہے، جو

گھر والوں کی حفاظت کرتے مارا گیا وہ شہید ہے، امام ترمذی نے فرمایا: سنداً یہ حدیث حسن ہے)۔

مندرجہ بالا باتوں کے تحفظ میں مارا جانے والا شہید ہے، مزید وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل حدیث بھی سامنے رکھ لیں تا کہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو:

"وروی مسلم عن ابی هريره رضی الله عنه قال: جآء رجل الی رسول الله ﷺ فقال: يارسول الله! ارايت ان جاء رجل يريد اخذ مالی؟ قال: ل اتعطه مالک، قال: ارايت ان قاتلنی؟ قال: قاتله، قال: ارايت ان قتلنی؟ قال: فانت شهيد، قال: ارايت ان قتلته؟ قال: فهو فی النار"۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵/ ۶۸)۔

(امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، اے اللہ کے رسول! آپ کی رائے کیا ہے اگر ایک آدمی آئے اور میرا مال لینا چاہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا مال اسے نہ دے، اس نے عرض کیا: اگر وہ مجھ سے لڑنے لگ جائے تو آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس سے لڑائی کر، اس نے عرض کیا: اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ فرمایا: پھر تو شہید ہے، اس نے عرض کیا: اور اگر میں اسے مار دوں تو پھر آپ کا ارشاد کیا ہے؟ ارشاد ہوا: وہ پھر جہنمی ہے)۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر فقہاء نے جو آراء دی ہیں علامہ الجزیری کتاب کے مذکورہ بالا صفحہ پر لکھتے ہیں، (طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پیش ہے:)

''اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص پر ہجوم کر آئے تا کہ اس کا مال لے لے یا اسے قتل کر دے اور واقعہ شہر کا ہو، جہاں مدد مل سکتی ہے، یا صحرا کا ہو جہاں کوئی مددگار نہیں ہوتا، یا وہ شہر یا صحرا میں اس کے گھر والوں کی ہتک عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس مجرم کو زخمی کر دے اور مسلمانوں سے مدد چاہے یا فوج سے مدد طلب کرے، اگر وہ زخمی ہو کر باز آ گیا، چھوڑ کے چلا گیا تو اب اس سے مزید قتال کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ باز نہیں آیا پھر بھی

مال لینے یا قتل کرنے یا اس کے گھر والوں میں سے کسی کو قتل کرنے یا اس کے حرم میں داخل ہونے (بیوی، بیٹی، بہن، ماں، کسی محرم عورت، نوکرانی، لونڈی یا بچے) کے لئے آگے بڑھا یا گھر سے باہر چوکیدار کو قتل کر دیا تاکہ اندر جا کر بدکاری کا ارتکاب کرے یا ان خواتین میں سے کسی کو جبراً اٹھا لے جائے تو اب خاندان کے سربراہ پر واجب ہے کہ جتنی قوت ہو اس سے خاتون کا دفاع کرے، اور ہر قسم کا اسلحہ استعمال کرے، اگر وہ صرف ضرب، تھپڑ، لاٹھی، اسلحہ یا کسی اور سے دفاع کر سکتا ہے تو اس حالت میں اسے مارنا ضروری و لازم ہے، ہاں مارتے وقت پہلی بار میں ہی اسے قتل کرنے کی نیت نہ کرے، بلکہ ایسے مقامات پر مارے کہ وہ (زخمی ہو) مرے نہیں، اگر اس نے اپنی جان بچانے، مال یا عزت کا تحفظ کرتے ہوئے اسے مارا اور وہ زیادتی کرنے والا مر گیا تو اب اس شخص پر نہ قصاص ہے نہ بدلہ ہے نہ دیت ہے، نہ کفارہ ہے، نہ ہی قیامت کے دن کوئی گناہ ہے اور نہ ہی حاکم کی طرف سے کوئی تعزیر ہے، (اس ظالم ڈکیت) کا خون رائیگاں ہے، اگر دفاع کرنے والا مظلوم اس چور ظالم کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو شہید ہے اور فی سبیل اللہ عزوجل مجاہد کا ثواب ہے"۔

اس طویل اقتباس سے بات واضح ہو گئی کہ ایسی حالت میں دفاع واجب ہے۔

☆☆☆☆☆

اسکولوں اور دینی مدارس کے طلباء و طالبات کے لئے!

مختصر نصابِ حدیث سوالاً جواباً

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

جو اس خدا کے سامنے سر رکھ دے وہی بادشاہ ہے۔ خاکی دنیا کے علاوہ وہ سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے